

امام ابوحنیفہؒ اور اصول فقہ

ڈاکٹر حافظ عبداللہ

اب اس بات میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ صحابہ و تابعین اور پھر ائمہ مجتہدین کے پیش نظر نصوص سے استنباط اور نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے دوران باقاعدہ قواعد و ضوابط ہوتے تھے جن کو وہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لہذا فقہ کے اصول و قواعد کی موجودگی اور دوران استنباط و استخراج ان کا استعمال یقینی اور قطعی ہے۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اصول فقہ کے موضوع پر سب سے پہلے باقاعدہ کس نے کتاب تالیف کی؟ اگرچہ اس بات کا قطعی اور یقینی طور پر تعین کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ کسی علم میں اولین تالیف کا شرف کس کو حاصل ہوا جبکہ علوم کی تدوین و ترتیب اور تصنیف و تالیف اپنے ابتدائی مراحل میں ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی تالیفات و تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ بھی نہ رہا ہو۔ دور حاضر کے ایک معروف محقق ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان نے بجا فرمایا ہے:

”قوموں میں علوم کا ظہور اچانک نہیں ہوتا، بلکہ وہ غور و خوض اور گہری فکر کے ایک زمانہ سے گزرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے معانی روشن ہو جاتے ہیں، ذہنوں میں ان کی حدود واضح ہو جاتی ہیں اور ان کی تدوین کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی نمودار کھار میں قانون طور و تدبیر سے گزرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (کسی علم کی) ابتدا اور اس (علم کی) زمام تھامنے والے اولین افراد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ یہی معاملہ علم اصول فقہ میں پہلی تالیف (کے تعین) کے بارے میں بھی ہے۔ مختلف اہل مذاہب کے مابین (اصول فقہ میں) پہلی تالیف کے

بارے میں اختلاف ہے، باوجود یہ کہ بعض (اہل مذہب) کا دعویٰ اس مسئلہ پر

اجماع کا ہے۔“ ۱

دورِ تدوین میں فقہی مکاتب فکر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مختلف بلادِ اسلامیہ میں متعدد ائمہ مجتہدین، اجتہاد و استنباط کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

پھر تابعین کے بعد مختلف علاقوں میں فقہاء ہوئے، جیسا کہ ابو حنیفہ، سفیان، ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں، ابن جریج مکہ میں، مالک اور ابن مہاجر مدینہ میں اور عثمان السیسی اور سوار بصرہ میں، اوزاعی شام میں، لیث مصر میں۔ پس ان (فقہاء) نے اپنے اپنے شہر میں موجود تابعین سے جو کچھ ان کے پاس تھا، اسے اخذ کیا اور جو کچھ ان کے پاس نہیں تھا اس کے بارے میں اجتہاد کیا، اگرچہ (یہ اجتہادات) دوسرے (شہر کے) لوگوں کے پاس موجود تھے۔ اللہ نے ہر شخص کو اسی کا مکلف کیا ہے جو اس کے بس میں ہے۔

”ثم أتى بعد التابعين فقهاء الأمصار: كأبي حنيفة، وسفيان، وابن أبي ليلى بالكوفة، وابن جريج بمكة، ومالك وابن الماجشون بالمدينة، وعثمان البتي وسوار بالبصرة، والأوزاعي بالشام، والليث بمصر، فجروا على تلك الطريقة من أخذ كل واحد منهم عن التابعين من أهل بلده فيما كان عندهم، واجتهادهم فيما لم يجدوا عندهم، وهو موجود عند غيرهم، ولا يكلف الله نفسا الا وسعها“ ۲

ان میں دو مکاتب فکر ایسے ہیں جن کا مروج زیادہ مقبول ہوا۔ ایک حجاز کا مکتبہ فکر جس کی امامت امام مالکؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عباسؓ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم ہوئی اور دوسرا عراقی مکتبہ فکر تھا جس کی امامت امام ابو حنیفہؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت علیؓ، قاضی شریحؒ اور پھر ان کے تلامذہ علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ اور حمادؒ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم تھی۔

لیکن ان دونوں مکاتب فکر میں سے عراقی مکتبہ فکر کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کے قائد امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کے لیے باقاعدہ مجلس تشکیل دی جس کے لیے آپ نے اپنے تلامذہ میں سے چالیس ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو خاص خاص فنون میں، جو تدوین و تکمیل فقہ کے لیے ضروری تھے، استادِ زمانہ تسلیم کیے جاتے تھے، مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف وغیرہ حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے، قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔

علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں:

وكان أجملي مميزات مذهب أبي حنيفة، أنه مذهب شوري، تليقته جماعة عن جماعة إلى الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين بخلاف سائر المذاهب، فانها مجموعة آراء لأئمتها. ۳

”مسلك امام ابو حنیفہ کے اہم امتیازات میں سے یہ ہے کہ یہ مسلک شوریٰ ہے، اسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے حاصل کیا اور یہ سلسلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک ہے، اس کے برعکس دیگر مسالک ان کے ائمہ کی آراء کا مجموعہ ہیں۔

علامہ کوثری آگے فرماتے ہیں:

منغیرہ بن حمزہ کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے جو کہ (علم و مرتبہ میں) بڑوں کے (بھی) بڑے تھے۔ اسد بن القرات نے فرمایا: ”امام ابو حنیفہ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے۔ ان میں سے ابتدائی دس افراد میں یہ حضرات شامل تھے۔ زفر بن ہذیلؒ، داؤد طائیؒ، اسد بن عمروؒ، یوسف بن خالد اسلمی (امام شافعیؒ کے مشائخ میں سے ایک) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (جوان کے لیے تیس سال تک کتابت کرتے رہے)۔ مجھے اسد بن عمرو نے بتایا کہ وہ حضرات کسی سوال کے جواب میں ابو حنیفہؒ کی موجودگی میں مختلف آراء دیا کرتے

تھے۔ ایک کا جواب کچھ ہوتا تو دوسرے کا جواب کچھ اور۔ پھر وہ مسئلہ کو امام ابوحنیفہ کے سامنے پیش کرتے اور ان سے پوچھتے۔ پس وہ ایسا جواب دیتے جو کہ جامع ہوتا یعنی اقرب (الی الصواب)۔ اور کسی مسئلہ کے حل کے لیے تین دن تک بحث و گفتگو ہوتی رہتی، پھر وہ اسے دیوان میں لکھ دیتے۔“ ۳ الف فقہ حنفی کے طریقہ تدوین سے متعلق علامہ شبلی فرماتے ہیں:

”تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلم بند کر لیا جاتا اور نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں، کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی، امام صاحب بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے اور بالآخر ایسا چچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلے کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی آراء پر قائم رہتے، اس وقت وہ سب مختلف اقوال قلم بند کر لیے جاتے، اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔“ ۴

علامہ کوثری تحریر فرماتے ہیں:

اسحاق بن ابراہیم کا قول ہے: امام ابوحنیفہ کے اصحاب ان کے ساتھ کسی مسئلہ پر غورو خوض کرتے تھے۔ پس اگر عافیہ بن یزید القاضی موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے: اس مسئلہ کو اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک عافیہ موجود نہ ہوں۔ جب عافیہ موجود ہوتے اور ان کی موافقت کرتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے اس (مسئلہ کو) ضبط تحریر میں لے آؤ اور اگر وہ موافقت نہ کرتے تو امام ابوحنیفہ فرماتے اسے مت تحریر کرو۔

”قال اسحاق بن ابراہیم: کان أصحاب أبي حنيفة يخوضون معه في المسألة، فإذا لم يحضر عافية بن يزيد القاضي قال أبو حنيفة: لا ترفعوا المسألة حتى يحضر عافية، فإذا حضر عافية ووافقهم قال أبو حنيفة: أثبتوها، وإن لم يوافقهم، قال أبو حنيفة: لا تثبتوها۔“

امام ابوحنیفہؒ اور اصول فقہ

زفرؒ فرماتے ہیں: ”ہم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن حسن ہوتے۔ ہم ان کے اقوال لکھتے تھے۔ ایک دن امام ابوحنیفہؒ نے امام ابو یوسف سے فرمایا۔ ”اے یعقوب، تمہارا بھلا ہو۔ جو کچھ مجھ سے سنتے ہو اسے نہ لکھ لیا کرو۔ میں آج ایک رائے قائم کرتا ہوں، کل اسے چھوڑ دوں گا۔ کل ایک رائے رکھوں گا، پرسوں اسے چھوڑ دوں گا۔“ دیکھئے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے ساتھیوں کو، جب وہ بحث و تحیص کے بغیر مسائل لکھنے میں جلدی کرتے تو انھیں تدوین مسائل سے کیسے منع کرتے تھے۔

يقول زفر: كنا نختلف إلى أبي حنيفة ومعنا أبو يوسف ومحمد بن الحسن، فكان نكتب عنه، قال زفر، فقال يوما أبو حنيفة لأبي يوسف: ويحك يا يعقوب، لا تكتب كل ما تسمع مني، فإني قد أرى الرأي اليوم وأتركه غدا، وأرى الرأي غدا، وأتركه في غده، انظر كيف كان ينهى أصحابه عن تدوين المسائل، إذا تعجل أحدهم بكتابتها قبل تمحيصها كما يجب.“ ۵

علامہ کوثری الموفق المکی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مسلک باہمی مشاورت کی بنیاد پر وضع کیا۔ انہوں نے خود کو برتر نہیں سمجھا اور اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط نہیں کیا۔ دین کے معاملے میں ان کی طرف سے اس کی پوری کوشش ہوئی۔ ایسا انھوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنین سے خیر خواہی کے جذبے سے کیا۔ وہ ایک ایک مسئلہ پیش کرتے تھے اور (اپنے اصحاب سے) جوان کے پاس ہوتے ان کے خیالات سنتے اور اپنی بات سناتے۔ اس طرح باہم ایک ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ مباحثہ چلتا رہتا۔ یہاں تک کہ

”انه وضع أبو حنيفة مذهبه شوري بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهدا منه في الدين و مبالغه في النصيحة لله و رسوله و المؤمنين، فكان يلقي المسائل مسألة مسألة و يسمع ما عندهم و يقول ما عنده و يناظرهم شهرا أو اكثر حتى يستقر أحد الأقوال فيها، ثم يثبت أبو يوسف في الأصول حتى اثبت الأصول كلها، و هذا يكون أولى

کسی ایک قول پر استقرا ہو جاتا، پھر امام ابو یوسف اسے کتاب الاصول میں تحریر کرتے۔ یہاں تک تمام اصول کا انضباط عمل میں آ گیا۔ اس لیے مسلک امام ابو حنیفہ اولیٰ، قرین صواب، حق کے زیادہ قریب، قلوب کے لیے باعث اطمینان اور پاکیزہ ترین ہے، اس مسلک کے مقابلہ میں جس کو (اس کے بانی نے) انفرادی طور پر وضع کیا اور اس (مسلک) کا مرجع اس کے (بانی) کی رائے ہے۔“

و اُصوب، و الی الحق اقرب، والقلوب الیہ اُسکن وبه اُطیب، من مذهب من انفرد فوضع مذهبہ بنفسه، و یرجع فیہ الی رائیہ۔“ ۶

اسی طرح ایک مسئلہ کی متعدد صورتیں زیر بحث لائی جاتیں اور خوب بحث و تمحیص کے بعد اسے تحریر کیا جاتا۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں:

”اور ابو حنیفہؒ کا اپنے ساتھیوں کو فقہ سکھانے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مسائل پر متعلق گفتگو کرتے ہوئے کسی مسئلہ پر ایک رائے پیش کرتے اور اس کی تائید میں ان کے پاس جو دلائل و براہین ہوتے انھیں پیش کرتے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھتے کہ کیا ان کے پاس اس (رائے) کے معارضہ میں کچھ (دلائل) ہیں۔ پس جب انھیں اپنی رائے کو تسلیم کرتا ہوا پاتے تو خود ہی جو کچھ انہوں نے پہلے کہا اس پر رد کرنا شروع کرتے، یہاں تک سامعین ان کی دوسری رائے کے درست ہونے کے قائل ہو جاتے تو ان سے اپنی اس نئی رائے کے بارے میں ان کی رائے طلب کرتے۔ پھر جب دیکھتے کہ ان کے پاس کوئی بات نہیں تو تیسری رائے سامنے لاتے۔ پھر سب کا رجحان اس تیسری رائے کی طرف ہو جاتا۔ آخر میں ان میں سے ایک رائے کو جو کہ صائب ہوتی، واضح دلائل سے محکم کرتے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا امتیازی طریقہ فقہ ہے۔“

اس مجلس تدوین فقہ نے، جس میں محدثین، فقہاء، لغت و عربیت کے ائمہ اور

امام ابو حنیفہؒ اور اصول فقہ

استنباط واجتہاد کے ماہرین شریک تھے جو مسئلہ تحریر کرنے سے پہلے خوب غور و فکر، بحث و نظر اور نقد و جرح کرتے تھے، عرصہ تیس سال میں اپنا کام مکمل کیا۔ اس مجلس کی مذکورہ مہیت اور طریقہ کار اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں نہ صرف فروع اور جزئیات فقہ کو زیر بحث لایا جاتا ہوگا، بلکہ استنباط کے اصول و قواعد کی روشنی میں ان پر بحث ہوتی ہوگی اور خود استنباط کے اصول و قواعد کی بھی تنقیح و ترتیب کا کام ہوتا ہوگا۔ اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عراق کا یہ مکتب فکر قیاس اور رائے کو استعمال کرنے کے لحاظ سے مشہور بھی تھا تو کچھ تعجب نہیں کہ خود اس مکتب فکر کے امام حضرت ابو حنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس اور استنباط کے اصول و قواعد سے متعلق کتاب تصنیف فرمائی ہو یا املا کروائی ہو۔ جیسا کہ علامہ کوثریؒ تحریر فرماتے ہیں:

”و مما یذکر فی مؤلفات الاقدمین
من کتب ابی حنیفۃ کتاب الرأی
ذکرہ ابن ابی العوام۔“
”قدماء کی تالیفات کے ضمن میں امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں میں سے کتاب الرأی کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔“

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جمع و تدوین کے اولین دور کے سب سے بڑے مصنف امام ابو حنیفہؒ تھے۔ ان کا کوئی معاصر اس میں ان کا ہم سر نہیں۔

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

”لم یمظہر لاحد من ائمة الاسلام
المشہورین مثل ماظہر لابی حنیفۃ
من الاصحاب والتلامیذ و لم ینتفع
العلماء و جمیع الناس بمثل ما
انتفعوا بہ و باصحابہ فی تفسیر
الاحادیث المشتبہة و المسائل
المستنبطۃ و النوازل و لقضاء
والاحکام، جزاھم اللہ خیرا، و قد

”امام ابو حنیفہؒ کے جتنے اصحاب و تلامذہ مشہور ہوئے، اتنے ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی نہیں ہوئے۔ اسی طرح علماء اور دیگر حضرات احادیث مشتبہ، مسائل مستنبطہ، نوازل، قضاء، اور احکام کے سلسلے میں جتنا فائدہ ان سے اور ان کے اصحاب سے اٹھایا اتنا کسی اور سے نہیں اٹھایا۔ اللہ انہیں بہترین جزا عطا کرے۔ بعض

ذکر منهم بعض متأخري المحدثين متاخرين محدثين نے امام ابوحنیفہ کی سوانح
فی ترجمته نحو الثمانمائة مع میں نام و نسب کے ساتھ ان کے آٹھ سو
ضبط أسمائهم و نسبهم بما يطول اصحاب اور تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، اس کا
ذکرہ: ۹۰

علامہ کوثری نے مذہب حنفی کے پھیلاؤ کی اصلی وجہ اس اجماعی طریقہ تدوین کو قرار دیا
ہے۔ فرماتے ہیں:

”اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب سے اپنی رائے کے قبول پر اصرار
نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انھیں آمادہ کرتے تھے کہ اپنی آراء پیش کریں۔ یہاں تک
کہ ان کے سامنے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا، پس وہ بات قبول کر لیتے
جو دلیل سے واضح ہو جاتی تھی اور اسے چھوڑ دیتے جو دلیل سے رد ہو جاتی۔ وہ
فرماتے تھے: ”کسی شخص کے لیے درست نہیں کہ ہماری رائے کے مطابق رائے
اختیار کرے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول کیسے اختیار کیا۔“ ۱۰

اس دور میں نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کی کتب متداول و مروج ہوئیں، بلکہ بڑے
بڑے ائمہ ان سے استفادہ کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں طلب کیں اور
انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ ۱۱

عبدالعزیز الدر اور دی سے روایت ہے:

أبي حنيفة وينتفع بها. ۱۲ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی کتب دیکھا
کرتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”من لم ينظر في كتب ابي حنيفة لم جس نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھیں،
يتبحر في الفقه.“ ۱۳ اس نے فقہ میں عبور حاصل نہیں کیا۔

امام ابو حنیفہؒ اور اصولی فقہ

زائدہ بن قدامہ نے ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، انہوں نے ان سے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی، اس کے بعد زائدہ بن قدامہ کہتے ہیں:

وہ امام ابو حنیفہؒ کی کتاب الرهن تھی، میں نے کہا: کیا آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ فرمایا ”میں تو چاہتا ہوں کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوں اور میں ان کو دیکھتا رہوں۔ انہوں نے علم کی شرح میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر ہم ان سے انصاف کا معاملہ نہیں کرتے۔“

”فاذا کتاب الرهن لابی حنیفة ،
فقلت له تنظر فی کتبه ؟ فقال:
وددت انها کلها عندی مجتمعة
انظر فیها ، فما بقی فی شرح العلم
غایة ، و لكن مانصفه.“ ۱۴

عبداللہ بن داؤد واسطی کا قول ہے:

”جو چاہتا ہے کہ اندھے پن اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت پائے تو وہ امام ابو حنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ کرے۔“

”من اراد ان یشخرج من ذل العمی و
الجهل و یجد لذة الفقه فلینظر فی
کتب ابی حنیفة.“ ۱۵

خطیب بغدادیؒ سجادة راوی کا بیان نقل فرماتے ہیں:

میں اور ابو مسلم المستملیؒ زید بن ہارون کے پاس گئے، وہ منصور بن المہدی کے پاس بغداد میں مہمان تھے۔ ہم سیڑھیاں چڑھ کر اس کمرے میں پہنچے جس میں وہ تشریف فرما تھے۔ ابو مسلم نے ان سے کہا ”اے ابو خالد، آپ ابو حنیفہؒ اور ان کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اگر چاہتے ہو کہ تم میں تفقہ پیدا ہو تو ان کی کتابیں دیکھو۔ میں نے تو فقہاء میں سے کسی کو ان کے اقوال کے مطالعہ کو ناپسند کرتا نہیں دیکھا۔“

”دخلت أنا و ابو مسلم المستملی
علی یزید بن ہارون - وهو نازل
ببغداد علی منصور بن المہدی -
فصعدنا الی غرفة هو فیها فقال له
أبو مسلم : ماتقول یا أبا خالد فی
أبی حنیفة و النظر فی کتبه ؟ قال:
انظروا فیها ان کنتم تریدون أن
تفقهوا فانی ماریت احدا من الفقهاء
یکره النظر فی قوله “ ۱۶

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ نہ صرف دورِ اول کے کثیر التصانیف مصنف تھے، بلکہ ان کی کتب اس قدر بلند پایہ تھیں کہ اس دور کے تمام اکابر ائمہ فقہ و اجتہاد ان سے استفادہ کرتے تھے۔ امام صاحب کی کتب کے ساتھ یہ اعتناء اور شغف صدیوں تک رہا ہے۔ قاضی اطہر مبارکپوریؒ رقم طراز ہیں:

”امام صاحب کی کتابوں کے ساتھ اعتناء و شغف کا یہ حال تھا کہ پانچویں صدی کے ایک عالم کوزبانی یاد تھیں، اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا سے یہ کتابیں ناپید ہو جائیں تو میں ان کو اپنی یادداشت سے لکھوا سکتا ہوں۔ سمعانی نے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری مروزی متوفی ۴۱۵ھ کا قول نقل کیا ہے: ”لو نفدت کتب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لأملیتھا من نفسی۔“ یعنی ”اگر امام ابو حنیفہؒ کی کتابیں مٹ جائیں تو میں اپنی یادداشت سے اسے املا کروادوں۔“ اے

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس دور کے فقہاء و محدثین کے تلامذہ نے اپنے اساتذہ و شیوخ کی کتابوں کو ضبط کر کے روایت کیا جس کی وجہ سے ان کی کتابوں کا شمار تلامذہ کی تصانیف میں ہونے لگا۔ جیسا کہ اب کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد کے متعلق محقق ہو چکا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے جس کو آپ سے آپ کے تلامذہ نے روایت کیا۔

امام ابو یوسفؒ کے تذکرے میں، ابن خلکان شافعی اور ابن العمد الحنبلی نے لکھا ہے:

”و اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذهب ابی حنیفۃ، و أعلی المسائل و نشرها، و بث علم أبی حنیفۃ فی أقطار الارض۔“ ۱۸

”انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر اصول فقہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کیں۔ مسائل املا کروائے اور ان کی اشاعت کی اور امام ابو حنیفہؒ کا علم ہر گوشہ زمین میں پھیلا یا۔“

ابن ندیم نے امام ابو حنیفہؒ کے دوسرے شاگرد امام محمدؒ کے تذکرہ میں ان کی کتب کی فہرست میں کتاب اجتہاد الرای، کتاب الاستحسان اور کتاب اصول الفقہ کا ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور اصول فقہ

ان تفصیلات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ میں اصول فقہ واضح و متفق ہو چکے تھے بلکہ فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کی باقاعدہ تدوین اور اس کی کتب تصنیف کرنے کا شرف بھی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔

علامہ ابو الوفا الافغانی نے بالکل بجافرمایا ہے:

اور جس شخص نے علم اصول (فقہ) میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی ہمارے علم کے مطابق وہ امام الائمہ، سراج الائمہ ابوحنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الرائے میں استنباط کے طریقوں کو بیان کیا ہے۔ ان کے بعد اصول فقہ میں کتابیں تصنیف کرنے والوں میں ان کے صاحبین امام ابو یوسف، ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی کا نام آتا ہے۔

وأما أول من صنف في علم الاصول - فيما نعلم - فهو امام الائمة، و سراج الامة ابو حنيفة النعمان رضى الله عنه حيث بين طرق الاستنباط في (كتاب الراي) له، و تلاه صاحباه القاضي، الامام أبو يوسف يعقوب بن ابراهيم الأنصاري، و الامام الرباني محمد بن الحسن الشيباني رحمهما الله ۱۹

ان حقائق کی روشنی میں شاہ ولی اللہؒ کی جلالت شان اور عظمت مقام کے باوجود ان

کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے:

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان بنائے اختلاف وہ اصول ہیں جو بزدوی کی کتاب وغیرہ میں مذکور ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بیش تر اصول بعد میں ان ائمہ کے اقوال سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ میرے نزدیک بہت سے اصول، مثلاً خاص مسہل ہے، زیادتی نسخ ہے، عام خاص کے مثل

أني وجدت بعضهم يزعم أن بناء الخلاف بين أبي حنيفة والشافعي رحمهما الله على هذه الأصول المذكورة في كتاب البزدوي و نحوه، وإنما الحق أن أكثرها أصول مخروجة على قولهم و عندی ان المسألة القائلة بأن الخاص مبين ولا يلحقه البيان، و أن الزيادة نسخ

قطعی ہے، کوئی روایت کثرتِ رواۃ کی بنا پر قابلِ ترجیح نہیں ہے، غیر فقیہ کی حدیث پر عمل ضروری نہیں اگر اس سے رائے کا دروازہ بند ہو جائے، شرط اور وصف کے مفہوم کا اعتبار نہیں، امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے، وغیرہ۔ یہ تمام اصول ائمہ کے کلام سے بعد میں مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صاحبین نے ان کا استنباط کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہے۔

و أن العام قطعی كالخاص ، و أن لا ترجیح بكثرة الرواة وأنه لا یجب العمل بحديث غیر الفقیه اذا انسد باب الرأی ، و أن لا عبرة بمفهوم الشرط والوصف أصلا و أن موجب الأمر هو الوجوب البتة ، وأمثال ذلك اصول مخرجة علی كلام الائمة ، و انه لا تصح بها رواية عن أبی حنیفة و صاحبیه . ۲۰

علامہ زہد الکوثریؒ کا اس پر یہ محاکمہ گوشت ہے، لیکن دلائل پر مبنی اور قابلِ توجہ ہے۔ ’مسلم حنفی کے اصول کے بارے میں انھوں نے کہا ہے کہ یہ متاخرین کے وضع کردہ ہیں۔ انہوں نے خبر احاد سے نص پر زیادتی کو اسی صنف میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے خود انہی کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس معاملہ میں) ان کا مبلغ علم قلیل ہے، ان کی معلومات کا دائرہ تنگ ہے اور وہ متقدمین کی کتب سے جن میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول ائمہ قدما سے نقل کیے گئے ہیں، بے خبر ہیں۔ کیا ان کو عیسیٰ بن ابان کی کتاب الحج الکبیر یا الصغیر، ابو بکر رازی کی الفصول فی الاصول اور اتقانی کی شامل، کتب ظاہر الروایہ کی شروح کی کچھ خبر نہیں۔ اُن کتب میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول ائمہ سے منقول ہیں۔‘ ۲۱

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انسؒ نے بھی اصول فقہ پر کلام فرمایا۔ اس پر ان کی مشہور تالیف موطا شاہد ہے جس میں ان قواعد و اصول کی طرف اشارہ ملتا ہے جو دورانِ اجتہاد و استنباط ان کے پیش نظر ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی وہ مکاتبت بھی جو

امام ابو حنیفہؒ اور اصول فقہ

فقہ مصر حضرت لیث بن سعدؒ سے ہوئی، بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ لیکن آپ نے اجتہاد و استنباط کے اصول و قواعد کو کسی مستقل کتاب کی صورت میں مدون فرمایا ہو، اس کا سراغ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان فرماتے ہیں:

”مالکیہ کی رائے ہے کہ امام مالکؒ نے سب سے پہلے اصول فقہ اور غریب الحدیث میں کلام کیا ہے اور اپنی موطا میں کثرت سے ان کو بیان کیا ہے۔ لیکن مالکیہ، امام مالکؒ کی اصول فقہ میں مستقل تالیف کا دعویٰ نہیں کرتے۔ بے شک وہ اولین لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا۔ ہم نے ان کی لیث بن سعد سے مکاتیب کا ذکر پہلے کیا ہے۔ جو کہ اصول (فقہ) کی تدوین کے آغاز (کے) نمونہ (کے طور پر پیش کی جاسکتی) ہے۔“ ۲۲

حاصل بحث یہ کہ جس طرح فقہ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے کیا، اسی طرح اصول فقہ یعنی استنباط و استخراج کے میدان میں بھی باقاعدہ تصنیف و تالیف میں اولیت کا شرف حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام ابویوسف و امام محمد کو حاصل ہے۔

حواشی و مراجع

- ۱۔ ڈاکٹر عبدالوہاب سلیمان، الفکر الاصولی، دارالشرق، جدہ، طبع دوم، ۱۹۸۴ء، ص: ۶۰
- ۲۔ ابن حزم اندلی، الاحکام فی اصول الاحکام، دارالحدیث بجوار ادارہ الازھر، مصر، ۱۹۸۴ء، ۲۳۷/(۱۱)

۳۔ الکوثری، علامہ زاہد، فقہ اہل العراق وحدتہم، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۱ھ، ص: ۵۵

۴۔ الف حوالہ سابق

۵۔ شبلی نعمانی، سیرت النعمان، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، س۔ ن۔ ص ۲۲۷

۶۔ فقہ اہل العراق وحدتہم، ص: ۵۵-۵۶

۶۔ الکوشری، علامہ زاہد، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابو یوسف القاضی، ایچ ایم سعید کمپنی، طبع دوم، ۱۴۰۳ھ، ص: ۱۳

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الثیبانی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ، ص: ۱۸

۹۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۱ھ، ص: ۲۳-۲۴

۱۰۔ فقہ اہل العراق وحدّثہم، ص: ۵۶-۵۷

۱۱۔ یسألہ ان یحمل الیہ شیئاً من کتب ابی حنیفۃ ففعل، الدمشقی، محمد یوسف صالح، عقود

الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ص: ۱۸۶

۱۲۔ بلوغ الامانی، ص: ۱۸

۱۳۔ مجلہ برہان، ج-۱۰، شمارہ ۵، ص: ۷۱، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۸۱

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۸-۱۹، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۷۸

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مکتبہ العربیہ بغداد، ۱۹۳۱ء، ۱۳/۳۴۲

۱۷۔ مجلہ برہان، ج-۱۰، ش: ۵، ص: ۲۵-۲۶

۱۸۔ ابن خلکان، وفيات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دارالثقافۃ بیروت، ۱۳۲۲ھ، ۶/۳۸۲،

شذرات الذهب، ۳۰۱/۱

۱۹۔ فقہ اہل العراق وحدّثہم، ص: ۵۶

۲۰۔ امام بزدوی، اصول السرخسی، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دارالمعارف النعمانی، طبع اول ۱۹۸۱ء، ص: ۳

۲۱۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دارالتراث، قاہرہ، طبع اول، ۱۳۵۵ھ، ۱/۱۶۰

۲۲۔ حسن التقاضی، ص: ۹۸